

از مولانا سمیع الحق

اسمبلی ہال شام، بجکر ۳۰ منٹ - ۱۲ اپریل ۸۲ء

مسودہ قانون شفعہ پر مجلس شوریٰ میں کی گئی تقریر

قانون شفعہ کا مسودہ ایوان میں پیش ہونے پر ۱۱ اپریل کو دن بھر اس مسئلہ پر گرم بحث ہوئی۔ کہ اس مسودہ کو عوام کی رائے حاصل کرنے کے لئے مشتہر کیا جائے اور آئندہ کسی موقع پر اسے زیر غور لایا جائے مولانا سمیع الحق نے اس ضمن میں مختصر تقریر میں کہا۔

جناب چیئرمین - مولانا سمیع الحق

مولانا سمیع الحق - یہ ایک اسلام قانون کا مسودہ ہے اور یہ پہلا اسلامی قانون ہے جو اس ایوان میں آیا ہے اصولی طور پر مجلس شوریٰ کا اہم مقصد اس ملک میں اسلامی قانون نافذ کرنا ہے۔ اور اسی سمت میں یہ ایک اہم آئیٹم ہے مجلس شوریٰ کے لئے جو راہنما اصول مقرر کئے گئے ہیں ان میں یہ ہے کہ ہم نے اسلامی نظام کو تیز کرنے میں مدد دینا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کے علاوہ دو اور اسلامی قانون قاضیوں کے کورٹ اور دینتہ قصاص سے متعلق تھے وہ بھی اسٹیڈنٹ کمیٹی کی نظر کرم سے مؤخر کر دئے گئے ہیں۔ اور اگر اب اس مسودہ کی تاخیر اور التوا کے لئے بھی آج نیا ایک پیش کی جا رہی ہیں تو اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو یہ افسوسناک معاملہ ہو گا اور اس کا بڑا خراب اثر پڑے گا۔ ہماری حالت تو اسلامی نظام کے نفاذ کے بارے میں یہ ہو گئی ہے کہ

مردار مانگ کے لئے تھے چار دن دو آرزو میں کٹ گئے، دو انتظار میں

یہاں کچھ حضرات نے کہا ہے کہ اس مسودہ کو عوام کی استصواب رائے کے لئے مشتہر کیا جائے۔ اگرچہ یہ مقصد پہلے بھی حاصل ہو چکا ہے لیکن اس سلسلے میں، میں عرض کرتا ہوں کہ کیا ہمیں اسلام یہ حق دیتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو نافذ کرنے کے لئے عوام سے اجازت لی جائے اور اس کے بارے میں عوام سے استصواب کریں۔ خدا اور رسول کے طے شدہ قوانین اور احکام کے بارے میں اسلام ہمیں ہرگز یہ اجازت نہیں دیتا کہ ہم اس کے بارے میں عوام سے پوچھیں۔ ہمارے عوام بہت اچھے ہیں لیکن اگر خدا شواستہ عوام نے استصواب کے

نیچے میں کسی اسلامی قانون کو مسترد بھی کر دیا تو کیا یہاں حاکمیتِ عوام کی ہے یا حاکمیتِ خدا تعالیٰ کی ہے۔ یہ عوام والی بات کے دور سے تو ہم گزر چکے ہیں اور اس کا خمیازہ بھی ہم نے بہت بھگت لیا ہے۔ بہ اہم ترین مسئلہ تو اس لحاظ سے میری گزارش یہ ہے کہ اسے اہم ترین مسئلہ سمجھا جائے۔ یہاں ایک بزرگ نے کہا تھا کہ یہ اسلام کا بنیادی مسئلہ نہیں ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اس میں جان مال اور جائیداد کے حقوق کے تحفظ اور اوروں کے ظلم و تعدی اور زیادتی سے بچنے کا سوال ہے۔ اسلام کی نگاہ میں مال اور جائیداد کا تحفظ اور کسی کے ظلم و زیادتی سے بچانا اور بچنا یہ ایک اہم ترین بنیادی سوال ہے۔ تو اس لحاظ سے میں تمام ممبران سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ پوری گرم جوشی کے ساتھ اس مسودے کا خیر مقدم کریں۔ اور اس پر بحث کریں۔ یہ تاریخ میں پہلا مسودہ ہے جو صدیوں کے بعد اسلامی قوانین پر مبنی یہاں آیا ہے۔ آپ سب خوش قسمت ہیں کہ آپ کے سامنے ایسا مسودہ آیا ہے۔ اس میں اگر کچھ خامیاں، خرابیاں اور اختلافات بھی ہیں تو وہ ترمیم کی شکل میں پیش کی گئی ہیں یا پیش کی جائیں گی۔ اور ان کا ازالہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ ان معروضات کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (رپورٹنگ وفاقی کونسل سیکرٹریٹ)

۱۱ اپریل کی شام کی نشست میں مولانا سمیع الحق نے شفعہ کے مسودہ پر تقریر کی
وفاقی کونسل کے سیکرٹریٹ کی قلم بند شدہ تقریر بحسب ذیل ہے —!

جناب چیمبرمین - مولانا سمیع الحق صاحب -

مولانا سمیع الحق - نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم -

جناب چیمبرمین - میں زیادہ تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا۔ کافی حضرات اس موضوع پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس شفعہ کے قانون کے بارے میں کچھ بنیادی نکتے اٹھائے گئے ہیں۔ ان کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ مجھ سے پہلے فاضل مقرر کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ قرآن مجید میں شفعہ کے بارے میں احکام نہیں ہیں۔ تو یہ ایک بنیادی غلط فہمی ہے۔ کہ شریعت اسلامیہ کا ماخذ صرف قرآن کریم ہے۔ حالاں کہ شریعت کا بنیادی ماخذ جس طرح قرآن ہے اسی طرح سنت نبوی بھی ہے اگر ہم ہر چیز کو قرآن میں تلاش کریں گے تو ہمیں پانچ نوافل کی نمازوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔ کسی آیت میں یہ تفصیل نہیں ہے کہ شام کے تین رکعت فرض ہیں اور کسی آیت میں یہ نہیں کہ فجر کے دو ہیں اور عصر کے چار ہیں نہ ان مخصوص اوقات کا تفصیلات کے ساتھ ذکر ہے۔

سید سعید حسن :- جناب چیمبرمین - میں نے یہ نہیں کہا ہے۔ معزز ذرکن کو نہیں پتہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ قوانین کے

ماخذ قرآن، حدیث.....

مولانا سمیع الحق۔ اسی طرح زکوٰۃ کی تفصیلات قرآن میں نہیں ہیں۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمائی ہے اور متعاذیر بیان کئے ہیں۔

چیرمین۔ مولانا میں آپ کو روکنا نہیں چاہتا کہ یہ بات کہی جا چکی ہے۔

مولانا سمیع الحق۔ توجہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ چھوٹی سے چھوٹی بات جو حضورؐ نے فرمائی اور ہمیں مستند طریقے سے پہنچ گئی اسے ہم قرآن کریم اور دین ہی کا حکم سمجھیں گے۔ ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے۔ ایک صحابی سے ایک خاتون نے دریافت کیا کہ جسم کو کھرچ کھرچ کر اس میں رنگ بھرنے کا مسئلہ کیا ہے۔ تو اس نے کہا یہ سختی سے منع ہے قرآن میں اس کا حکم موجود ہے۔ اس خاتون نے کہا میں الف لام میم سے لے کر والناسن تک قرآن کریم پڑھتی ہوں اس میں تو کہیں اس کا ذکر نہیں ہے اس چھوٹے سے مسئلہ کا۔ اس نے کہا کہ لو قد اُتیتہ لوجدتہ القرآن غور سے پڑھا ہوتا تو اس حکم کو وہاں پایا ہوتا۔ تو اس نے فرمایا کہ قرآن میں آیت کریمہ ہے۔ ما اتاکم الرسول فخذوه وما نہاکم عنہ فانتہوا کہ جو حکم تمہیں رسول نے دیا اس پر سختی سے عمل کرو۔ اور جن باتوں سے آپ نے منع کیا اس سے منع ہو جاؤ۔ یہ ایک اصول ہمیں قرآن نے دیا ہے۔ اب اس مسئلہ میں حضورؐ نے جو رہنمائی دی ہے وہ بھی گویا قرآن ہی کا حکم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الحمد للہ قرآن کے ساتھ سنت کو بھی ہمارے آئین میں بنیادی ماحذ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد چونکہ کچھ ارکان نے شفعہ کے سلسلہ میں واضح احادیث کا مطالبہ کیا ہے تو ایوان کے سامنے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ لانا چاہتا ہوں جن میں ان افراد کی تفصیل موجود ہے۔ جنہیں حق شفعہ دیا گیا ہے۔

سید سعید حسن۔ جناب چیرمین۔ میں نے یہ کہا ہے کہ رسول کریمؐ نے اگر کوئی فیصلہ اس قانون کے مطابق فرمایا تو وہ بھی حدیث ہے۔ صرف یہ کہنا کہ انہوں نے فرمایا۔ روایت ہے۔ وہ فیصلہ نہیں۔ میں نے فیصلہ کرنے کا حوالہ دینے کا ذکر کیا تھا۔

جناب چیرمین۔ نہیں بس۔ آپ اعتراض نہ کریں۔ آپ اپنی بات کہہ چکے ہیں۔

مولانا سمیع الحق۔ جناب والا۔ جائیداد میں شریکیت کا سب سے پہلا درجہ ہے۔ اس کے بعد جو حقوق میں شریک ہے۔ اس کا درجہ ہے۔ تیسرے نمبر پر جا رہے یعنی پڑوسی۔ تو یہاں سب سے پہلے میں شریک کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کرتا ہوں۔ امام مسلم کی کتاب ہے اور صحیح بخاری کی طرح اس کا درجہ ہے۔

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بالشفعة في كل شركة لم تقسم ربعة او حائطاً لا يمل

له ان يبيع حتى يؤذن شريكه فان شاء اخذوا ان شاء ترك فان باعه ولم يؤذنه فهو احق به (مسلم)

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ حضورؐ نے فیصلہ دیا شفعہ میں مشترک حصہ میں جب تک وہ تقسیم نہ ہوا ہو خواہ وہ مکان

ہو یا باغ تو اس میں شفعہ کا حق ہو گا شریک کو جو ملکیت میں شریک ہو۔ پھر اس میں قضی رسول اللہ کا لفظ ہے کہ صرف فرمایا نہیں بلکہ فیصلہ دیا حضورؐ نے قضی کا فیصلہ دینا ہے جس کا ایک فاضل رکن نے مطالبہ کیا تھا۔ اسی طرح امام بخاری نے روایت نقل کی ہے۔

عن جابر قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالشفعة فی کل مال لم یقسم فاذا وقعت الحدود و

صرفت الطرق فلا شفعة (بخاری)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعہ کا ہر اس چیز میں فیصلہ کیا جو منہوز تقسیم نہ کی گئی ہو اور شراکت پائی ہو لیکن جب اس کی حدود متعین اور راستے علیحدہ علیحدہ ہو جائیں تو اب برابر بنائے شراکت) شفعہ نہیں رہتا۔

شفعہ ان تمام جائیدادوں میں ہے جہاں تک وہ تقسیم نہ ہوئے ہوں۔ آگے حضورؐ نے ایک جملہ فرمایا فاذا وقعت الحدود و صرفت الطرق فلا شفعة اگر چار بھائیوں کی مشترکہ زمین ہے۔ مثلاً انہوں نے اسے بانٹ دیا اور اس کی حد بندی کر دی یا حقوق میں اشتراک ہے اور راستے ایک کر دئے گئے۔ پھر اس پر شفعے کا کوئی حق نہیں۔ اس سے ایک دو مری بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ دو بھائیوں میں زمین شریک تھی۔ اب اس ملکیت میں شراکت کی وجہ سے ان کو حق شفعہ کا۔ لیکن جب زمین تقسیم ہو گئی۔ تو ان کا حق شفعہ نہیں رہا۔ اب اگر رشتہ داری کی وجہ سے بھی ان کو حق مل سکتا ہے۔ تو حضورؐ یہ نہ فرماتے کہ اب حق شفعہ نہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ دو سنگے بھائیوں میں یا باپ اور بیٹے میں بھی اگر زمین تقسیم ہو گئی تو پھر (برائے شراکت) شفعہ کا حق نہیں ہو گا۔ کیونکہ ملکیت اب شریک نہیں ہے۔ پھر جوار کی وجہ سے اگر وہ چاہے گا تو حق جوار کی وجہ سے اس کو شفعہ کا حق حاصل ہو گا۔ جس میں اجنبی اور رشتہ دار سب برابر ہیں۔ یہ تو شریک کے بارے میں حدیث ہے۔ اسی طرح جوار کے حق شفعہ کو دیکھتے۔ امام ابو داؤد کی کتاب صحیح اور مستند ہے تمام مسلمانوں کے نزدیک اس میں حضورؐ سے روایت ہے کہ جاد الداد احق بد الجار والارض جو مکان کا پڑوسی ہے یا جو زمین کا پڑوسی ہے وہ اس پڑوسی ہونے کی وجہ سے حقدار ہے اگرچہ شریک فی الملک نہ ہو اور شریک فی الحقوق بھی نہ ہو مگر اس کا حق ہو گا۔ اب ترتیب کیا ہے تینوں کی؟ وہ بھی خود حضورؐ اقدسؐ نے متعین فرمادی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ الشریک احق من الخلیط و الخلیط احق من الشفیع (۲) (کما قال)

یہاں اجتہاد کی باتیں ہو رہی ہیں مگر یہ اجتہاد کی باتیں نہیں۔ اجتہاد تو وہاں ہو گا جہاں حضورؐ اکرمؐ سے پوری رہنمائی نہ حاصل ہوتی ہو۔ تو حضورؐ نے تو سب کچھ فرمادیا حقدار اور ان کی ترتیب بھی متعین کر دی۔ کہ ملکیت میں شراکت دار جو ہو گا اس کا پہلا نمبر ہے خلیط سے خلیط وہ ہے جس کے صرف حقوق ہوں۔ پھر فرمایا کہ الخلیط احق من الشفیع جب خلیط اور پڑوسی کا مقابلہ آئے گا تو جو حقوق میں شریک ہے جو ملکیت میں

شریک ہے ان کا حق پہلے ہوگا۔ اس کے بعد جو جو والا ہے اس کا حق ہے۔ اسی طرح ستمن اربعہ ابوداؤد ترمذی وغیرہ حدیث کی کتابوں میں حضرت جابرؓ سے یہ روایت مذکور ہے۔

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الجار حق بشفعه جاره ينتظر بها و

ان كان غائباً اذا كان طريقها واحداً (ابوداؤد۔ مسند احمد ترمذی۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پڑوسی اپنے شفعہ کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔ اگر وہ غائب (غیر موجود) ہو تو شفعہ کے لئے اس کا انتظار کیا جائے۔ مگر یہ شفعہ اس وقت ہوگا جب کہ دونوں ہمسایوں کا راستہ ایک ہو

جو پڑوسی ہے اور اس کا تیسرے غیر پر حق بنتا ہے تو اب وہ مقدار ہوگا اجنبی لوگوں سے۔ رشتہ داروں سے اور مختلف طبقے کے لوگوں سے اس کا انتظار کیا جائے گا۔ اگر وہ موجود نہ ہو۔ منتظر بہا دان کان غائباً آگے یہ بھی فرمایا کہ جب راستہ ایک ہے تو اسے ترجیح دی جائے گی۔ دوسری روایت حضرت ابو رافعؓ کی ہے جو ایک حبیل القدر صحابی ہیں ان سے وہ روایت ہے۔

عن ابی رافع مولى النبی صلى الله عليه وسلم يقول الجار حق بسبقه قيل يا رسول الله ما سبقه قال شفعتہ۔ یعنی پڑوسی اس زمین کا قریب اور نزدیکنے کی وجہ سے زیادہ مقدار ہے صحابہ نے سبق کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ اس سے مراد شفعہ میں اس کا استحقاق ہے وہ قرب کی وجہ سے زیادہ مقدار ہے۔

اسی طرح ترمذی میں روایت ہے الجار حق بشفعته یہ میں نے مختصر اُحضوڑ کی یہ چند روایات پیش کیں کہ حضوڑ نے ان تین شفعہ میں حق شفعہ کو مخصوص اور محدود اور محصور کیا۔ اب ایک سوال یہ اٹھایا گیا جس وقت یہ مسودہ عوام میں منتشر کر دیا گیا تھا کہ ان تینوں میں ہم کیوں محدود کریں جب کہ اوروں کی صریح مخالفت تو نہیں جناب والا یہاں مختلف حضرات تقریریں کرتے ہیں ان کی تہنید عجیب جوش و خروش کی ہوتی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری تائید کی طرف آ رہے ہیں۔ دلائل ہمارے حق میں دیتے ہیں۔ اور آخر میں یک دم پلٹ جاتے ہیں ان کی تقریروں میں تضادات ہوتے ہیں یہ لوگ چلتے کیا ہیں؟ شفعہ کے اس مسئلے میں کوئی ابہام، کوئی پریشانی ہے ہی نہیں۔ کبھی وہ کہتے ہیں کہ یہ ان تین سے بھی زیادہ کو دیا جائے۔ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ ان تین سے بھی کم کر کے ان کو محدود کیا جائے۔ تو سمجھ نہیں آتی کہ یہ ابہام اور پریشانی کس چیز سے پیدا ہو گئی ہیں اب کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ چونکہ حضوڑ نے اوروں کی نفی تو نہیں کی اور اتنا کلمہ نہیں آیا۔ حالانکہ یہ ایک علمی اصطلاح ہے اور قواعد لغت کی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ کلمہ حصر نہیں ہے۔ یعنی حضوڑ اندس نے یہ تو نہیں فرمایا انما الشفعۃ للشریک

کہ شفعہ ان تین تک محدود رہے۔ کیونکہ اتنا حصر کا ہے اور وہ کلمہ نہیں اور وہ کو بھی ملنا چاہئے۔ اور ان لوگوں نے دلیل پیش کی ہے کہ جیسے آیت زکوٰۃ میں ہے کہ اَتُّبَا الصَّدَقَاتِ لِلْفُقَرَاءِ۔ مصارف زکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے اُن کے کلمہ سے مخصوص کر لئے ہیں۔ اب جو مصارف ہیں اب ان میں ہم نویں اور دسویں مصروف کا اضافہ نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ ان لوگوں کی غلط فہمی ہے۔ ایک چیز کو محصور کرنے کے لئے اُن کا حصر اور حصر کے کلمات ضروری نہیں ہوتے۔ الف لام اختصاص وہ بھی تخصیص کے لئے آتا ہے جیسے الحمد للہ ہے اب اس کا معنی یہ ہے کہ حمد اور تعریف و ستائش ساری اللہ کے لئے ہے کسی اور کو ہم حمد میں شریک نہیں کر سکتے۔ ورنہ وہ کفر ہو جائے گا۔ حالاں کہ اتنا تو نہیں۔ اب الحمد میں "ل" اختصاص کے لئے ہے۔ اسی طرح بعض اوقات ایک جملہ کا مقام مؤخر ہو جاتا ہے اور اس کو مقدم کر لیا جاتا ہے وہ بھی حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ اور تخصیص ثابت کرتا ہے مثلاً نَعْبُدُ اِيَّاكَ ہونا چاہئے تھا نمازیں ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں مگر وہاں یہ کہا کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ہم خاص تیری عبادت کرتے ہیں۔ اور کسی اور کی نہیں کر سکتے۔ یہ حصر کس چیز سے ثابت ہوا۔ کسی جملہ کا حق دوسری جگہ تھا لیکن وہاں سے پہلے آیا اور اس کو پہلے کر دیا۔ یہ تقدیم و تاخیر کہلاتا ہے۔ اسی طرح اگر میں کہوں کہ نہیں آیا اس یوان میں مگر زید تو یہ استثنا بھی حصر کے لئے مفید ہو گیا۔ ما جادنی من القوم الا زید اور پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضور اقدس کے زمانہ میں جب سارے حالات آپ کے سامنے تھے حضور اور صحابہ کے رشتہ دار بھی تھے اور مختلف طبقہ موجود تھے۔ آپ کو پتہ تھا کہ تکلیف لاحق ہو سکتی ہے۔ مگر شفعہ کا حق ان لوگوں نہ دیا۔ آج کہا جاتا ہے کہ شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ دوسروں کو نقصان سے بچایا جائے یعنی دفع ضرر مقصود ہے مگر بھی ایک علمی اصطلاح ہے اسے حکمت کہتے ہیں۔ علت نہیں کہتے۔ دفع ضرر حکمت ہے اور علت اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ حکمت کے طور پر ایک چیز پیش کر دے مگر وہ علت نہیں ہوتی حکمت و مصاحت ہوتی ہے۔ علت ہوتی تو ہم دفع ضرر کو عام کر دیتے۔ اس کی مثال ایسی ہے مثلاً جیسا کہ قرآن پاک میں کہا گیا کہ ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کی گواہی کے برابر ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وجہ بھی بیان کر دی کہ شاید ایک خاتون بھول جائے تو دوسری اسے یاد کر سکتی ہے۔ فت ذکر احداھا الاخری۔ مقصد بھول سے بچنا ہے۔ وہ مقصد حاصل ہو گیا۔ اب اگر ایک خاتون بڑی عالم ہے اس کا حافظہ مسلم ہے۔ ہمیں پتہ ہے کہ وہ نہیں بھولتی تو اس قانون کو بدل تو نہیں سکتے۔ کہ اس ایک کی شہادت مرد کے برابر ہو جائے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کو حکمت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نماز پڑھو تا کہ تم متقی ہو جاؤ۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نماز نہیں پڑھتا اس لئے کہ میں متقی نہیں بن سکتا اس لئے نماز ہی چھوڑ دوں۔ نماز کی علت اللہ تعالیٰ کا حکم ہے حضور کے زمانہ میں بھی یہ خطرات اوروں نے ظاہر کئے ہوں گے لیکن حضور نے کسی کو یہ حق نہیں دیا۔ حضور کی نظر بڑی وسیع تھی۔ اور شفقت بھی سب سے

بڑھ کر ہفتی۔ اب اگر ہم اس موضوع کو لیں کہ ضرر سے بچانا مقصود ہے تو پھر میرے خیال میں جو قوانین شفعہ پچھلے انگریزی دور کے جاری ہیں ان کے تحت ایک دکاندار اور کرایہ دار کو بھی حق ملنا چاہئے کیونکہ اس کو بھی ضرر اگر وہ دکان خالی کرتا ہے تو اس کو ضرر پہنچتا ہے۔ اس کو کیوں نہ حق شفعہ دیا جائے۔ یا اگر کوئی کرایہ دار ہے تو وہ مکان خالی کرتا ہے تو اس کو بھی ضرر پہنچ سکتا ہے۔ آپ ایک ملازم رکھتے ہیں اور پھر اپنا کاروبار چھوڑ دیتے ہیں تو اس ملازم کو بھی حق ہو گا؟ اسی طرح میں نے زمین بیچی تھی آج اس کا دوسرا مالک ہے اس نے تیسرے کو بیچ دی تو پہلا مالک یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا بھی حق ہوتا چاہئے۔ کیونکہ میں بھی کسی وقت اس زمین کا مالک تھا اس طرح یہ سلسلہ بڑا طویل ہو جائے گا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ پھر مزید علین کو حق دینے کا مسئلہ ہے تو سوال یہ ہے کہ یہ کس طرح فرض کر دیا گیا کہ اگر میں نے زمین بیچ دی تو اس سے مزارع کو نقصان پہنچے گا اور مشتری لازماً مزارع کو بے دخل کر دے گا۔ اگر مزارع محنت کرتا ہے وہ پائندہ اور با اصول ہے تو جس طرح میں نے اسے رکھا تھا اسی طرح دوسرا خریدار بھی اس کی ایمانداری کی وجہ سے اسے رکھ لے گا۔ محنتی اور پائندہ ملازم کی تلاش تو ہر وقت رہتی ہے لیکن اگر وہ محنت نہیں کرتا تو پھر تو مالک کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اسے نکال سکتا ہے۔ اسلام کی نظر میں مالک کو بھی ضرر سے بچانا ضروری ہے۔ اور ملازم کو بھی بچانا ضروری ہے۔ ضرر سے سب کو بچانا مقصود ہے۔ ایک طبقہ کو نہیں۔ قانون میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کسی خاص فرد کا کیا ہو گا۔ کسی ایک طبقے کا کیا بنے گا۔ مفاد عامہ کو دیکھا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر آپ ایک مجرم کو ۴ سال کی سزا دیتے ہیں اور اسے جیل میں ڈال دیتے ہیں۔ تو پھر آپ کو یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس کے اہل و عیال پر کیا گزرے گی۔ وہ بھوکے پیاسے رہیں گے۔ ان کا کوئی کیشل نہیں ہو گا۔ پھر آپ کو یہ کہاں حق ہے کہ آپ اس کو جیل میں ڈالیں۔ ایک شخص قتل کرتا ہے اور اسے قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ آپ یہ نہیں دیکھیں گے کہ اس کے خاندان کا کیا بنے گا۔ اور انہیں کتنے مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مفاد عامہ کو دیکھا جاتا ہے۔ پھر تو آپ چور کے ہاتھ بھی نہیں کاٹ سکتے کیونکہ اس کے اہل و عیال بھوکے رہیں گے اور اس کو ساری زندگی تکلیف پہنچے گی۔ تو قانون مفاد عامہ کے لئے بنایا جاتا ہے۔

یہاں ایوان میں مزارع اور غیر مزارع۔ رشتہ دار اور غلام اور غلام یہ ایک معمہ بن کر رہ گیا ہے کہ گویا شریعت نے کوئی رہنمائی کی ہی نہیں۔ حالاں کہ فقہ میں تمام تفصیلات موجود ہیں۔ خلافت راشدہ اور خلافت عباسیہ میں کئی کئی منزلیں مکانات اور عمارتیں موجود تھیں۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں کہ آج اٹھا جائے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ یہ بین طبقے ہر دور میں شفعہ کے حقدار رہے ہیں۔ حضور سے لے کر انگریزی

دور کے آخر تک کسی قانون میں کسی دور حکومت میں۔ خلافت عباسیہ۔ خلافت عثمانیہ۔ اور ہندوستان میں خلافت مغلیہ میں کسی دور میں یہ حق نہیں دیا گیا۔ حضورؐ نے جو حق دیا اس پر تمام صحابہ کرام اور ائمہ کرام نے اتفاق کیا۔ اسے کہتے ہیں تعامل امت۔ اب اگر ایک امام نے جار کے حق کو مخالفت کر بھی لی لیکن دوسرے متفق ہیں۔ اور مجموعی طور پر سب ائمہ ان تین ہی کے حق شفعہ پر متفق ہیں۔ اس کو اصطلاح میں اجماع مرکب کہتے ہیں کہ ان تین سے زیادہ پر کسی کا اختلاف نہیں۔ پھر صحابہ کا دور آیا۔ ائمہ کرام کا دور آیا۔ اہل بیت کا دور آیا لیکن کسی کو یہ حق نہیں دیا گیا۔

بہر حال میں اپنی باتیں سمیٹ کر عرض کروں گا۔ کہ یہاں حاجی سیف اللہ صاحب نے ایک بات کہی اور مجھے افسوس ہے کہ ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔ اگر ہر مسئلہ میں شریعت اور قانون میں فرقہ وارانہ اختلافات کو ابھارا جائے گا۔ تو کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ توجہات اور تشریحات میں اختلافات ہو سکتے ہیں یہ تو آپ کے قانون میں حضرات اور وکلاء بھی ایک مقدمہ میں متفق نہیں ہو سکے۔ حج صاحبان مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہیں تو ہر ایک کو فیصلہ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ پھر تو آپ اس سارے نظام عدل کو دریا میں ڈال دیں پھر تو آپ عدالتی نظام چلا ہی نہیں سکتے۔ تو اصول میں کبھی اختلاف نہیں رہا۔

ہمارے پاس اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ آئی ہے۔ اس کونسل میں شیعہ علماء۔ بدیلوی اور دیوبندی علماء۔ حج وکلاء اور جدید عالم موجود تھے۔ ان سب نے متفقہ طور پر یہ رپورٹ پیش کی۔ شیعہ اور سنی حضرات کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مجھ سے خود شیعہ عالم علامہ رضی نے کہا کہ ہم نے ایسا کوئی اختلافی جملہ نہیں کہا۔ ہم سنی تو ان باتوں میں بڑے وسیع النظر ہیں۔

اس وقت ہمارے سامنے اسلامی فقہ کی عظیم کتاب ہدایہ ہے جس کا انگریزی ترجمہ یورپ میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں تمام تفصیلات موجود ہیں۔ کہ حق شفعہ کس کو ہے کس کو نہیں ہے۔ منقولہ جائیداد میں ہے یا غیر منقولہ جائیداد میں ہے۔ پانی کی صورت کیا ہوگی۔ لفظوں کا نظام کیا ہوگا۔ اور ساری وضاحتیں اس میں موجود ہیں۔ مثلاً تین منزلہ عمارت کی صورت میں ایک شخص نچلی منزل پر رہتا ہے۔ اوپر والی منزل کا راستہ دوسری منزل پر ہے۔ ان کی سیڑھیاں دوسری منزل والے پر آتی ہیں اور دوسری والے کی سیڑھیاں الگ راستہ پر ہوں تو شفعہ کا حق وہ کہتے ہیں کہ پہلے والے کو ہوگا۔ اگر نیچے والے نے بیچ دیا تو پہلے والے کو ہوگا۔ اور اگر اوپر والے نے بیچ دیا تو نیچے والے کو ہوگا۔ درمیان والا متصل ہے۔ لیکن وہ چونکہ جار ہے، پڑوسی ہے تو حقوق میں شریک نہیں ہے اس کا نمبر تیسرا ہے۔ تو یہاں ایک جملہ اختلافات کا کہا گیا۔ ہمارے اسلام کے قوانین کی نظروں میں فردعی اختلافات اور فرقے نہیں ہوتے یہاں تک کہ مسلم اور غیر مسلم کی تمیز بھی نہیں کی جاتی۔ میرے سامنے ہدایہ کی کتاب ہے میں اس کتاب سے ایک

جملہ پڑھ کر سننا ہوں۔

والمسلم والذمی فی الشفعة سواء

اور مسلمان اور غیر مسلم شفعہ کے تمام حقوق میں برابر ہیں۔ اگر ایک عیسائی ہمارے پڑوس میں ہے اور عباد کی ماری سہولتیں اسے حاصل ہیں اور دوسرا جو کہ مسلمان ہے اور ایک ڈگری درجہ اس کو بعد میں رہا ہے تو اس کو حق نہیں ہوگا۔ عیسائی کا درجہ پہلے ہوگا۔ کیونکہ احکام عام ہیں سبب جو شفعہ کہے اس میں مسلمان اور غیر مسلم برابر ہیں۔ لایب ہدایہ کا قول ہے للعمومات ولا نہما یستویان فی السبب والعلمۃ فیستویان فی الاستحقاق اس سلسلہ دونوں استحقاق میں برابر ہیں۔ اس سے قبل ایک دوست نے اسلام میں غلامی کی بات چھیڑ دی تھی۔ یہ عجیب بات ہے کیا یہ غلامی اسلام کے لئے ایک دھبہ ہے؟ بات شفعہ کی ہوتی ہے کوئی غلامی کا مسئلہ چھیڑتا ہے۔ کل کوئی کہے گا کہ اس زمانے میں حرمت خمر کی بات ہے کوئی کہے گا کہ اس زمانے میں مخلوط ڈانس کی بات ہے (زور دار تالیاں) بھائی! اسلام نے غلاموں کو آسمان تک پہنچا دیا ہے۔ اسلام نے غلامی کو ختم کیا۔ اس شفعہ کے مسئلہ کو لیجئے اسی ہدایہ کا ایک آئہ جملہ شفعہ کے سلسلہ میں آتا ہے کہ ولہذا یستوی فیہ الذکر والانثی والصغیر والکبیر والباعی والعاذل والحر والعبد اذا کان مأذوناً او مکاتباً اور پھر ۱۹ اس کے حق میں برابر ہیں اور سننے کی بات آگے ہے کہ آزاد انسان اور غلام انسان بھی اس میں بالکل برابر ہیں۔ یعنی اسلام نے تو غلام کو بھی ان تمام قوانین میں خمر کے برابر حق دیا ہے۔ تو جناب میں ان گذارشات کے ساتھ، کیونکہ کافی تفصیلات بیان ہوئی ہیں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں

انڈے غذائی اجزاء

دو انڈے روزانہ
تندرست و توانا

پروٹین : ۰۰۔ ۶ گرام
کیلوریز : ۰۰۔ ۶ گرام
کیشم : ۰۰۔ ۳ گرام
فسفورس : ۰۰۔ ۱۱ گرام
فولاد : ۰۰۔ ۵۵ ملی گرام
وٹامن اے : ۰۰۔ ۵۰ آئی۔ یو
وٹامن ڈی : ۰۰۔ ۳ آئی۔ یو
وٹامن بی : ۱۱۴۰ مائیکرو گرام

صاف فارمز

بن قاسم۔ کراچی